مواعظ اختر نمبر ۴۰

انجامِ عشقِ مجازی



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اِدارۃ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com





انجامِ عشقِ مجازی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی
www.hazratmeersahib.com



بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: انجامِ عشقِ مجازی

نامِ واعظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج المِلّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ: بروز منگل ۶ جمادی الاول ۱۴۱۸ھ مطابق ۹ ستمبر ۱۹۹۷ء

مقام: اسٹینگر (جنوبی افریقہ)

موضوع: ملفوظات ومبشرات

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر



انجامِ عشقِ مجازی

حضرت والا کی ایک خاص دعا

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب دعا سکھا گئے ہیں کہ ؎

از کرم از عشق معزولم مکن
جُز بذکر خویش مشغولم مکن

اس دعا کو اپنا معمول بنالو کہ اے خدا! اپنی یاد کے علاوہ ہمیں کسی چیز میں مشغول نہ فرمائیے۔ دیکھئے! جب اللہ تعالیٰ یہ دعا قبول فرمالیں گے تو ایسے اسباب بھی پیدا کردیں گے کہ اللہ کی یاد کے لیے سب فکروں سے فراغت نصیب ہوجائے گی۔ لہٰذا اللہ سے مانگو، مانگنے سے کیا نہیں ملتا، جب اللہ اپنے دشمنوں یعنی کافروں اور یہودیوں کو روٹی دے رہا ہے تو کیا مسلمانوں کو روٹی نہیں دے گا؟ آہ! جو پیٹ بنا سکتا ہے، وہ روٹی بھی کھلا سکتا ہے، جو سر دے سکتا ہے وہ ٹوپی بھی پہنا سکتا ہے۔ بتاؤ سر کی قیمت زیادہ ہے یا ٹوپی کی؟ تو جب بڑی چیز دے دی تو چھوٹی چیز کے لئے فکر کیوں کرتے ہو۔

جو نعمت دوست اور دشمن میں مشترک ہو وہ خاص نہیں ہوتی

یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون ہے، ایک جگہ مولانا رومی نے فرمایا کہ اے اللہ! اس سورج سے تو کافروں کو بھی روشنی دیتا ہے، ہندو اور یہودی بھی اس سورج سے دھوپ لے رہے ہیں، آپ ہمیں وہ سورج دیجئے جو آپ

کافروں کو نہیں دیتے، ہمارا مال اور دشمنوں کا مال ایک ہوگا تو پھر ہمارا کیا امتیاز ہے۔ لہٰذا آپ ہمیں اپنی محبت اور نور اور ذِکر کا سورج دیجئے جو کافروں کو نصیب نہیں ہے۔ اس سورج سے تو کافر اور مسلمان سب فائدہ اٹھا رہے ہیں، تو ہمیں دولتِ مشترکہ نہیں چاہئے جو آپ دشمن کو بھی دیں اور دوست کو بھی دیں، یہ ہمارا مال نہیں ہے، ہمارا مال وہ ہے جو آپ دشمنوں کو نہیں دیتے۔ اس پر اختر کا یہ شعر ہے ؎

دشمنوں کو عیش آب و گل دیا
دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا

یعنی دشمنوں کو مٹی پانی کی عورت، سموسہ اور پاپڑ دے دیا مگر ہم کو اپنی محبت اور اپنا ذکر دیا، اور دونوں میں فرق کیا ہے؟ ؎

ان کو ساحل پر بھی طغیانی ملی
ہم کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

وہ ایئر کنڈیشن میں بھی خودکشی کر رہے ہیں اور ولی اللہ اپنے بوریئے پر اللہ کی یاد میں مست ہے۔

ہر ولی کا مزاج الگ ہوتا ہے

دیکھو! ہر ولی کو اللہ الگ الگ مزہ دیتا ہے، مشترک مزہ نہیں دیتا، کوئی نہ کوئی فرق ہوتا ہے، جیسے ہر آدمی کی صورت الگ ہوتی ہے، اور ہر ایک کی سیرت میں بھی تفرد ہوتا ہے، کسی پر رنگِ جمال غالب ہے، کسی پر جلال غالب ہے، کسی پر اخلاق وکرم غالب ہے، کوئی خشیت اور دیوانگی سے جلے بھنے کباب ہیں، کسی کا مزاج ٹھنڈا ہے یعنی نقشبندی کی طرح کافور کی شراب پی رہے ہیں، کوئی سونٹھ والی چشتیوں کی گرم شراب پی رہا ہے۔ جنت میں نقشبندیوں کو کافوری شراب پلائی جائے گی کیونکہ وہ دنیا میں ٹھنڈے تھے لہٰذا ٹھنڈی شراب پیو:

﴿جَزَآءً وِّفَاقًا﴾

(سورۃ النبأ، آیت:۲۶)

تم کو تمہارے اعمال کے موافق ملے گا، تم ٹھنڈے تھے لہٰذا کافور کی ٹھنڈی شراب پیو اور جو ہمارے عشق میں شور مچانے والے بندے ہیں یعنی چشتی وہ شرابِ زنجبیل سونٹھ والی گرم شراب پئیں۔ دونوں شرابوں کا ذکر قرآنِ مجید میں ہے۔ تو جنت میں عمل کے موافق جزا ملے گی، لہٰذا جو یہاں اللہ کے عشق میں شور وغل کرتے تھے، روتے تھے اور جلے بھنے رہتے تھے ان کو اللہ شَرَابًا زَنۡجَبِیۡلًا پلائے گا اور جو سنت و دین کے پابند ہیں مگر مزاج کے ٹھنڈے ہیں، زیادہ شور وغل اور آہ فغاں نہیں کرتے ہیں، اللہ ان کو وہاں شَرَابًا کَافُوۡرًا پلائیں گے اور ان کو وہی اچھا لگے گا، اللہ تعالیٰ جس کو جو دے گا اس کو اسی میں مزہ آئے گا، جنت تکلیف کی جگہ نہیں ہے نہ حسرت کی جگہ ہے، وہاں کسی کو کوئی غم نہیں رہے گا کہ بھئی! ہمیں کیوں نہیں دیا، اللہ تعالیٰ جس کو جو دیں گے وہ اسی میں خوش رہے گا، اس کو اسی میں مزہ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کے عاشق بنو

میں یہ کہتا ہوں کہ جن کے اندر مزاجِ معشوقیت ہے، میں ان کے مزاجِ معشوقیت کو ان شاء اللہ تعالیٰ مزاجِ عاشقی سے بدل دوں گا۔ اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

اپنی لگی کو جان میں اس کی لگا کے ہم
اس شمع کو پروانۂ الفت بنا دیا

یعنی جو ظالم یہ چاہتا تھا کہ ہر شخص مجھ سے محبت کرے، میں ناز ونخرے دِکھاؤں تو میں نے اس کے مزاجِ معشوقیت کو عاشقیت سے بدل دیا، اب وہ دوسرے اللہ والوں کا غلام بنا ہوا ہے اور اپنی معشوقیت ختم کر چکا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مشورہ ہے ؎

ترک کن معشوقی و کن عاشقی
اے گماں بردہ کہ خوب و فائقی

اے سالکین! معشوق مت بنو عاشق بنو کیونکہ معشوق بننے میں تم کو بہت زیادہ ناپ تول دِکھانا پڑے گا کہ ناک اتنی اونچی ہو، سینہ اتنا ہو، کمر اتنی ہونی چاہئے۔ ارے عاشق بنو اور پیمائشوں کی کچھ فکر مت کرو، عاشقوں کے لئے کوئی قید نہیں، جس طرح سے چاہیں رہیں۔ دیکھئے! ناک کا چپٹا، کان کا بُچہ اور ہاتھ کا لولا عشق کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور اللہ کے عاشقوں کا تو معاملہ ہی ان شاء اللہ کچھ اور رہے گا۔ لہٰذا یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا مشورہ ہے کہ عاشق بنو، تم کو اپنے فائق اور حسین ہونے کا گمان کیوں ہے؟ حالانکہ تم سر سے پیر تک عیب دار ہو، آنکھ الگ گنہگار ہے، کان الگ گنہگار ہے، اس کے باوجود بھی تم اپنے کو اچھا سمجھتے ہو، تعجب کی بات ہے۔ ایک آدمی گناہوں میں مبتلا ہے اور دل میں کہہ رہا ہے کہ واہ رے میرے اعمال! تو اتنے گناہوں میں ہو کر بھی تم اپنے کو مقدس سمجھتے ہو، دوسروں کو حقیر سمجھتے ہو، اپنے کو بڑا سمجھتے ہو۔ تو ایسے شخص کے لیے تکبر کی بیماری تعجب کی بات ہے۔

عشقِ صورت سے نجات دلانے والا اینٹی بایوٹک شعر

اور اگر کسی کو کسی معشوق سے رغبت ہونے لگے تو میر صاحب کے نام سے میرا یہ شعر پڑھ لو ؎

جب ہوا کھولی کسی معشوق نے
میر بولے واہ میرے پادشاہ

کیونکہ اب اس کے حسن کی عظمت ختم ہوجائے گی اور حسن کی عظمت ختم ہونا یہ

بارہ آنے علاج ہو گیا، اب تھوڑی سی ہمت کر کے توبہ بھی کر لے کیونکہ اگر دل میں حسن کی عظمت آجاتی ہے تو پھر آدمی اس کا بندہ بن جاتا ہے، اس کے پیر پر سر رکھ دیتا ہے۔ اس لئے ہم ایسے اشعار کہتے ہیں جن سے حسن کی عظمت ختم ہو جائے، جیسے جرمن ایئرپورٹ پر ہمارے بعض دوستوں نے کہا کہ ان جرمن لڑکیوں پر تو دل بہت پاگل ہو رہا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ اللہ سے توبہ کر کے میرا یہ شعر پڑھو، ابھی ابھی تمہارے لئے یہ اینٹی بایوٹک شعر بنایا ہے ؎

آگے سے مُوت پیچھے سے گُو
اے میرؔ جلدی سے کر آخ تھو

بیوی سے محبت کرنا عشقِ مجازی نہیں ہے

میں جو یہ مضمون بیان کرتا ہوں کہ حسینوں کا گراؤنڈ فلور گٹر لائنوں سے بھرا ہے، پاخانے اور بدبودار ریاح سے بھرا ہے، تو میں یہ سب حلال کی بیوی کے لئے نہیں بلکہ حرام چھڑانے کے لئے کہتا ہوں، لہٰذا میں تقریر میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ بیوی کو جا کر کہہ دو کہ تو اندر گندگی رکھتی ہے لہٰذا ہم تجھ سے پیار نہیں کر سکتے۔ مجھے لڑکیوں نے فون کیا کہ آپ حسن کی دھجیاں بکھیرتے ہیں اور حسینوں کے گو مُوت کا تذکرہ کرتے ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کل کو میرا شوہر میرے پاس نہ آئے۔ لہٰذا میں ہر تقریر میں کہہ دیتا ہوں کہ حلال کی بیویاں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ ان کے پیٹ سے ایسی اولاد مل سکتی ہے جو صاحبِ نسبت اور صدیقین ہو سکتی ہے، حافظ اور عالمِ ربانی بن سکتی ہے۔ قبر جو عالمِ برزخ ہے وہاں بھی اگر عمل اچھا ہے تو خوشبو ہی خوشبو رہے گی۔

عشقِ مجازی کا انجام نفرت و عداوت ہے

مگر معشوقوں کے گراؤنڈ فلور میں ہگستان، موتستان اور پادستان ہے،

انہی تین ملکوں میں گھر جاؤ گے۔ اور حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے صورت وشکل سے محبت کی، آخر میں اس کا انجام عداوت و نفرت سے بدل جاتا ہے کیونکہ شکل یکساں نہیں رہتی، جب شکل کا جغرافیہ بدل گیا تو ملنا جلنا بند بھی ہوگیا اور نفرت و عداوت ہوگئی۔ تو عشقِ مجازی کا آخری انجام نفرت وعداوت ہے۔ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے عشقِ مجازی کیا تو فاعل اور مفعول دونوں ایک دوسرے کی نظروں میں ہمیشہ کے لئے ذلیل ہوجاتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے۔

ناپاک محبت کی علامت

آپ ان لوگوں سے پوچھو جو رومانٹک ہیں، ان کی نیندیں حرام ہیں اور یہ محبت اس لئے بھی ناپاک ہے کہ جب معشوقوں کے عشق میں کوئی غزل کہتا ہے، اشعار کہتا ہے تو اس کی شلوار کو آپ لیباٹری میں دیجئے کیونکہ مذی ضرور نکل آتی ہے، اشعار کہتے کہتے آخری شعر یعنی مقطع سے پہلے ہی خطا ہو جاتا ہے، اسے پہلے ہی اس کے تصور سے مزہ آجاتا ہے، تو حرام مزہ کی علامت یہی ہے کہ مذی آجائے گی اور آدمی ناپاک ہوجائے گا اور پاک مزہ وہ ہوتا ہے جو آدمی کو پاک رکھتا ہے، پاک مزہ پاک رکھے گا، باوضو رکھے گا۔ اور حرام مزہ آیا تو مذی بھی آئی کیونکہ مذی مؤنث ہے اور مزہ مذکر ہے۔ تو مولیٰ کے نام پر مرنا سیکھو۔ اسی لیے یہ کہتا ہوں کہ دنیاوی عاشقوں میں کچھ مزہ نہیں ہے سوائے پریشانی و ذلت وخواری کے۔ عشق مجازی پر میرا ایک شعر ہے ؎

عشقِ مجازی کا صلہ میرؔ یہ ملتا ہے یاں
ہر طرف آواز سنی دھت تری بدمعاش کی

عشقِ لیلیٰ میں جوتے پڑتے ہیں

گلشن اقبال میں ہماری خانقاہ کے سامنے ایک اخبار بیچنے والے نے ایک لڑکی کو چھیڑ دیا، یہ آنکھوں دیکھا حال بتا رہا ہوں، تو اس لڑکی کے سارے رشتہ دار اُسے جوتے مار رہے تھے کوئی بال کھینچ رہا تھا۔ میں نے کہا کہ دیکھو یہ حسین کو ہینڈل کر رہا تھا، اب اسے سینڈل پڑ رہے ہیں، اور اللہ پر مرنے والے سے لوگ دعا کراتے ہیں کہ حضرت دعا کیجئے۔ دیکھا آپ نے کہ دونوں عشق میں کیا فرق ہے، جو اللہ تعالیٰ پر مرتا ہے اس کا یہ حال ہے کہ لوگ اس سے کہہ رہے ہیں کہ صوفی جی، حضرت صاحب دعاؤں میں یاد رکھنا اور ان دنیاوی عاشقوں سے کوئی دعا نہیں کراتا بلکہ ان کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ دیکھو لعنتی آدمی جا رہا ہے، عاشق و معشوق جنہوں نے آپس میں بدمعاشی کر لی تو پہلے تو کہتے تھے کہ مرنڈا پی لو اور انڈا کھالو اور حضور آپ تو حسن کے بادشاہ ہیں، اور اب ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے ہیں۔

دونوں جانب سے گالی گالی ہے
راہِ شیطاں بھی کیا نرالی ہے

اور پھر کوئی ایک دوسرے سے دعا بھی نہیں کراتا، سلام بھی نہیں کرتا۔ میں نے بنگلہ دیش میں ایک قاری صاحب سے پوچھا کہ جب کوئی آپس میں بدفعلی کا گناہ کرتا ہے تو پہلے جو ایک دوسرے کی خوب آؤ بھگت ہو رہی تھی مگر پھر اس کے بعد جب منہ کالا کر لیا تو کیا وہ آپس میں ایک دوسرے سے دعا کراتے ہیں؟ یا ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں کہ حضرت میں جا رہا ہوں، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، ذرا مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا۔ تب اُن بنگلہ دیشی قاری صاحب نے جو میرے بہت ہی خاص دوست ہیں جواب دیا۔

مبشراتِ منامیہ

لیکن ان کا جواب بتانے سے پہلے میں ان کے بارے میں بتاتا ہوں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لب مبارک سے ان کے چہرہ کا بوسہ لیا اور انہوں نے مجھے روتے ہوئے بتایا کہ میرا سارا گال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن مبارک سے بھر گیا، پھر فرمایا کہ جانتے ہو میں تم سے کیوں ملنے آیا ہوں؟ تو میرے اختر کا ہے اس لئے میں تجھ سے ملنے آیا ہوں۔

ایسا ہی خواب جنوبی افریقہ کے مولانا عبدالحمید صاحب نے اَوْحسں شہر میں دیکھا کہ خواب میں اختر بھی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ اے ابوبکر صدیق! اور اے عمر فاروق! دیکھو میرے اختر کو۔ تو میں نے کہا کہ یہ وہی الفاظ ہیں حالانکہ مولانا عبدالحمید کو قاری صاحب کے اس خواب کی خبر بھی نہیں تھی۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ راستہ کتنا پاکیزہ ہے، جو اللہ پر مرتا ہے اسے دونوں جہان کا حاصل ملتا ہے۔

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

مولیٰ کو چھوڑ کر کہاں گندی نالیوں میں، ذلتوں اور خواریوں میں جاتے ہو جہاں ہر طرف لعنت ہی لعنت پڑتی ہے۔

عشقِ مولیٰ اور عشقِ لیلیٰ کا فرق

دیکھو! اگر ڈربن میں ابھی یہاں سمندر کے کنارے حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا خیمہ لگا دیا جائے اور ریڈیو پر اعلان کر دیا جائے

کہ حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھم جنہوں نے خدا کی محبت میں سلطنت چھوڑی تھی آج اللہ نے چند گھنٹوں کے لئے ان کو بھیج دیا ہے، یہاں خیمہ لگا ہوا ہے، کسی کو زیارت کرنی ہو یا دعا کرانی ہو تو آجائے۔ تو مسلمانوں کی قطار در قطار لگ جائے گی، ایسی دھکے بازی ہوگی، ایسا ہجوم لگا ہوگا کہ بس کیا کہیں۔ اور وہیں قریب میں ایک اور خیمہ لگا دیا جائے کہ ایک عاشقِ مجازی، لڑکیوں اور لڑکوں کے چکر میں، بدمعاشی میں پکڑا ہوا پاگل اس خیمہ میں رہتا ہے، جو اللہ کو چھوڑ کر، مولیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کے عشق میں ذلیل وخوار ہو رہا ہے، اس کے بڑے بڑے بال ہیں اور منہ سے بدبو آتی ہے، جو چاہے اس کی بھی زیارت کر لے، تو ادھر کوئی جائے گا بھی نہیں، اگر جائے گا تو تھوک کر چلا جائے گا۔ دیکھا! عاشقِ مولیٰ اور عاشقِ لیلیٰ کا فرق۔ میں یہی کہتا ہوں کہ اگر مجنوں کو اُس زمانہ کا کوئی شمس الدین تبریزی مل جاتا تو ان شاء اللہ اس کو عشقِ لیلیٰ سے نجات مل جاتی اور وقت کا شمس الدین تبریزی اپنی روحانیت سے اس کے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے بدل دیتا، اللہ والوں کی روحانی طاقت بہت ہوتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ مرید میں اخلاص اور ارادہ بھی ہونا چاہئے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض غیر مخلص بھی اللہ والے بن گئے۔

اللہ والوں کی نقل کرنے کی برکت

حیدرآباد دکن کے جنگل میں ایک بہروپیہ اللہ والا بنا ہوا تھا، وہ اللہ والا تھا نہیں، عالمگیر بادشاہ کو دھوکہ دینے کے لئے نقلی اللہ والا بنا ہوا تھا۔ بہروپیہ کے معنی ہیں جو روپیہ حاصل کرنے کے لئے روپ بنائے۔ تو جب عالمگیر ادھر سے گذرے تو اس بہروپیہ کو اللہ والا سمجھ کر اس سے دعا کرائی، بہروپیہ نے کہا کہ ٹھیک ہے فقیر دعا کرتا ہے، بادشاہ بڑا معتقد ہوا اور ایک ہزار اشرفیاں دیں، اس نے لات ماردی کہ جیسے تم دنیا کے کتے ہو تو کیا مجھے بھی کتا سمجھتے ہو، اس نے ایک

ہزار اشرفیوں کو ٹھوکر ماردی، اب تو عالمگیر کے ہوش اُڑ گئے، کہنے لگا کہ یہ تو بہت بڑا ولی اللہ ہے۔ جب وہ واپس جانے لگے کہ حضرت! دعاؤں میں یاد رکھنا، تو بہروپیہ نے کہا کہ ہاں فقیر سب کے لئے خوب دعا کرتا ہے، جب بادشاہ آگے بڑھے تو یہ ان کے پیچھے بھاگا اور کہا کہ حضور میں وہی بہروپیہ ہوں جس کو دہلی میں آپ نے کئی دفعہ پہچانا مگر آج آپ مجھے نہیں پہچان سکے، میں کوئی اللہ والا نہیں ہوں، میں نے تو اللہ والے کا روپ بنایا تھا، تب عالمگیر نے کہا کہ مجھے کوئی غم نہیں ہے کیونکہ آج تم اللہ والوں کے روپ میں تھے، تو اللہ والوں کی محبت میں اگر عالمگیر دھوکہ کھالے تو اس دھوکہ پر مجھے کوئی غم نہیں بلکہ یہ میرے عشق کا کمال ہے کہ میں اللہ والوں پر اتنا عاشق ہوں کہ نقل پر بھی مر گیا، میں اللہ والوں کا اتنا عاشق ہوں کہ نقلی اللہ والے پر بھی مر گیا تو اصلی اللہ والوں پر کتنا مروں گا، پھر بادشاہ نے بہروپیہ کو سو اشرفیاں دیں، ہزار اشرفیوں میں سے نو سو واپس لے لیں اور صرف سو اشرفیاں دیں۔ تو اس نے کہا کہ جزاک اللہ! بہت بہت شکریہ۔ تو عالمگیر نے ایک سوال کیا کہ میں تو تم سے دھوکہ کھا گیا تھا، تم ایک ہزار اشرفی پا گئے تھے، مزے سے رہتے لیکن تم نے اپنے کو ظاہر کر دیا کہ میں نقلی بہروپیہ ہوں تو تمہاری نو سو اشرفیاں کم ہو گئیں، تو تم نے ایسی حرکت کیوں کی؟ مجھے دھوکہ دے کر تم مزے میں رہتے۔ اس نے کہا کہ حضور! بات یہ ہے کہ میں نے اللہ والوں کا پارٹ ادا کیا تھا، ان کا روپ بھرا تھا، اگر میں پیسے لے لیتا تو اللہ والوں کی عظمتوں کو اور ان کی عزت کو نقصان پہنچتا، اس لئے میں نے دنیا کے لئے اللہ کے پیاروں کی عزت کو نقصان نہیں پہنچایا، اگر میں اس وقت ہزار اشرفیاں لے لیتا تو میرے بہروپ کا جو کمال تھا وہ ختم ہو جاتا۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ کو بیان کر کے فرمایا کہ دیکھو! ایک نقلی شخص نے بھی اللہ والوں کی اتنی عزت رکھی تو تم اللہ والے بن کر غلط

کاموں میں کیوں جاتے ہو؟ اللہ والوں کی عظمت کو نقصان پہنچتا ہے، گول ٹوپی پہن کر، ایک مٹھی ڈاڑھی رکھ کر اگر تم کسی کالی گوری کو دیکھو گے تو وہ کیا کہے گی کہ ان پادریوں کو دیکھو کہ کیسے گندے ہیں۔ اس لئے خانقاہوں میں جاؤ تاکہ تمہارے اخلاقِ رزیلہ کو اخلاقِ حمیدہ سے بدل دیا جائے۔ جو اللہ والوں کی غلامی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کے اخلاقِ رزیلہ کو اخلاقِ حمیدہ سے بدل دیتا ہے۔

تو میرے بنگلہ دیشی دوست قاری صاحب نے کہا کہ جب عاشق و معشوق بدفعلی کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے سلام دعا بھی نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ دعا کیوں نہیں کراتے؟ انہوں نے کہا کہ کبھی شیطان بھی شیطان سے دعا کراتا ہے؟ اس نے کہا کہ دونوں ایک دوسرے کو شیطان سمجھتے ہیں، وہ بھی شیطان یہ بھی شیطان اور شیطان نے کبھی شیطان سے دعا نہیں کرائی، کیا ایک شیطان دوسرے شیطان سے دعا کرائے گا؟ تو انہوں نے بڑی اچھی بات کہی، بہت اللہ والے آدمی ہیں، جو ایسا خواب دیکھے گا تو سوچو کہ وہ کیسا ہوگا۔

نسبت مع اللہ کی علامت

تو ہمارا کام یہی ہے کہ لیلاؤں سے جان چھڑانا اور مولیٰ سے آشنا کرنا، قلب و جان اللہ تعالیٰ سے ایسے چپکیں کہ کوئی ذرّہ برابر بھی انہیں الگ نہ کر سکے، سارا عالم چاہے بادشاہت کا عالم ہو، وزارت کا عالم ہو، حسینوں کا عالم ہو، پاپڑ اور سموسہ اور بریانیوں کا عالم ہو غرض کوئی بھی عالم ہم کو اللہ سے ایک اعشاریہ، ایک بال کے برابر بھی جدا نہ کر سکے، ہم ان پر ایسے مر جائیں، ایسے فدا ہو جائیں جیسے چھوٹا بچہ ماں سے چپٹا ہوتا ہے تو اللہ جو خالقِ دو جہاں ہے، اس سے جن کے قلب چپٹے ہوئے ہیں وہ دونوں جہاں کی لذتوں کو چوستا رہتا ہے،

اسی لئے اس کے قلب و جاں سلاطین کو خاطر میں نہیں لاتے کیونکہ جو اللہ باشاہوں کو بادشاہت کی بھیک دیتا ہے وہ ان کے دل میں ہے، لیلاؤں کو نمک دینے والا ان کے قلب میں ہے۔ اس لئے جو مولیٰ پائے وہ لیلاؤں سے مستغنی ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی غیب سے حفاظت فرماتے ہیں

جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے برائی کے کام کا ارادہ کرنا چاہا تو اللہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا عکس ان کے سامنے کردیا، ایک قول یہ بھی ہے، انہوں نے اپنے والد کی شبیہ دیکھی، اللہ تعالیٰ نے غیب سے ان کی مدد فرمائی۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میں اپنے عاشقوں کو گندے کاموں میں ملوث ہونے سے بچالوں تو ان کے سامنے ہر وقت لیلاؤں کے گراؤنڈ فلور رہتے ہیں کہ اگر ان حسینوں کو دیکھا تو شیطان ہم کو ان کے پیشاب پاخانے کی بدبودار نالیوں میں گھسیٹ لے گا۔ لہٰذا جن لوگوں نے نظر نہیں بچائی ان کا انجام یہی ہوا کہ ڈاڑھی اور گول ٹوپی سمیت معشوقوں کی گٹر لائنوں میں گھس گئے اور گناہِ کبیرہ میں مبتلا ہوگئے۔ اس لئے کہتا ہوں کہ ان کا فرسٹ فلور ہی مت دیکھو جو ہمیں مولیٰ سے دور کردے، ایسے گال ہی مت دیکھو جو ہمیں گٹر لائنوں میں دھکیل دے، ایسے گال کیوں دیکھتے ہو؟ ایسے گالوں سے خیریت بھی مت پوچھو کہ تُسی کی گل ہے؟ ورنہ آپ وِ گل میں گھس جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت سکھانے کا ایک خاص طریقہ

مولانا رومی نے نصیحت فرمائی ہے کہ جس قوم کو تم دعوت دو اس کی بولی بولو، اگر تم چاہتے ہو کہ چڑیا کو اللہ کی محبت سکھاؤ تو اس کی آواز میں بولو ورنہ وہ

قریب نہیں آئے گی، اگر بلبل کو پھنسانا ہے تو بلبل کی آواز بولو، کبوتر کو پھنسانا ہے تو کبوتر کی آواز بولو۔ تو جو اللہ کی طرف بلائے وہ بھی اللہ کے بندوں کے مزاج کو پہچانے، کچھ دیر اس کے مزاج کے مطابق بات کر کے اس کو پھنسائے پھر مولیٰ کی محبت کی آگ لگائے۔ اس لئے میں کبھی کبھی پنجابی بولتا ہوں، ان کی خاص بولی ہے تُسی کی گل ہے یعنی کیسا مزاج ہے، کیا حال ہے۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ گال سے گل مت پوچھو ورنہ تم کو گِل یعنی مٹی میں جانا پڑے گا۔

دونوں جہان کی لذت

اختر دونوں جہان کی لذت کی دعوت کا رُخ پیش کرتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کرو تو جنت پاؤ گے تو آدمی سوچتا ہے کہ جنت تو اُدھار ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جنت نقد ہے، اللہ تعالیٰ کے قرب کی لذت جنت سے زیادہ ہے، کیونکہ وہ خالقِ جنت ہے، قدیم ہے، واجب الوجود ہے، کہاں اللہ کہاں جنت، جنت مخلوق ہے اور اللہ خالق ہے تو خالق اور مخلوق برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ تو اسی زمین پر اگر آپ کروڑ ہا میل دور مولیٰ کو حاصل کر لو تو ان شاء اللہ اللہ کو پا کر، مولیٰ کو پا کر جنت سے زیادہ مزہ آئے گا۔ لیکن اس دنیا میں اللہ کا دیدار نہیں ہے اس لئے جنت دنیا سے افضل ہے، جنت کی فضیلت اسی لئے ہے کہ وہاں مولیٰ کے دیدار کا وعدہ ہے ۔

نہیں کرتے ہیں وعدہ دید کا وہ حشر سے پہلے
دل بیتاب کی ضد ہے، ابھی ہوتی یہیں ہوتی

اب جب حرام سے بچے گا تو حلال کی محبت آٹو میٹک بڑھ جائے گی۔ اسی لئے جو متقی ہوتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے، اُسے اپنی بیوی سے محبت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ حرام سے نظر بچا کر اب اس کی نگاہ میں صرف وہی رہ جاتی ہے۔ یہ

اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے، اور بڑھاپے میں یہی محبت، رحمت سے تبدیل ہوجاتی ہے۔ اللہ نے قرآنِ پاک میں فرمایا:

﴿وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾

(سورۃ الروم، آیت:۲۱)

عالمِ شباب میں تو باہم میاں بیوی میں محبت زیادہ ہوتی ہے اور رحمت کی شان بڑھاپے میں زیادہ ہوجاتی ہے، بڈھا اپنی بڑھیا کا بہت خیال رکھتا ہے اور بڑھیا بھی بہت خیال رکھتی ہے، یہ رحمت کی شان ہے۔

تزکیۂ نفس کا حاصل

اس لئے کہتا ہوں کہ اللہ کی مرضی پر فدا ہوجاؤ، خدا کو ناراض کرکے حرام مزے مت لوٹو، سلوک کا حاصل یہی ہے، تزکیۂ نفس کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناخوشی سے حرام خوشیوں کو اپنے قلب میں مت لاؤ، عاشقوں کے لئے یہ کیسا عشق ہے، یہ تو اپنے محبوب تعالیٰ شانہٗ کو ناخوش کررہے ہو، رزق خدا کا کھارہے ہو اور انہی کو ناراض کرکے حرام خوشیاں اینٹھ رہے ہو، اسی لئے آج ساری دنیا غم زدہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ واللہ! ثم واللہ! ثم واللہ! تین دفعہ اللہ کی قسمیں کھاتا ہوں کہ جو اللہ کو خوش رکھ کر جیئے گا اللہ اس کے قلب کو ہر حالت میں خوش رکھے گا، ناممکن ہے کہ خالقِ خوشی دل میں ہو اور اس کے دل میں غم داخل ہوجائے۔ اگر سوئٹزرلینڈ واٹر پروف گھڑیاں بنا سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے دل کو غم پروف کرسکتا ہے، تسلیم و رضا کی برکت سے غموں میں بھی وہ ہر لمحہ دل سے راضی رہے گا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

اللہ کا عاشق ہر وقت خوش رہتا ہے، بس مالک پر مرنا سیکھو ؎

کوئی جیتا کوئی مرتا ہی رہا
عشق اپنا کام کرتا ہی رہا

میرا بہت پرانا شعر ہے ؎

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا، ترے عاشقوں میں مرنا

لیکن ابھی تو جینے کی دعا کرو، جب مرنا ہو تو اس وقت بھی اللہ عاشقوں کا میلہ لگا دے، لیکن اس وقت تو عاشقوں میں جینا ہو ؎

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

حق تعالیٰ کے حاکمانہ اور شاہانہ کلام کی بلاغت

یہ جینا کون سا ہے؟ جو زندگی خدا پر فدا ہوتی ہے، جو بندہ اپنے مولیٰ اور اپنے مالک کی مرضی پر جیتا ہے اصل زندگی وہی ہے، باقی سب جانور بصورتِ انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ﴾

(سورۃ الاعراف، آیت:۱۷۹)

جتنے کافر ہیں، نافرمان ہیں وہ کیا ہیں؟ جانور ہیں۔ بلکہ جانور سے بھی بدتر ہیں۔ پہلے اللہ نے فرمایا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ کہ مثل جانور ہیں پھر فرمایا بَلْ هُمْ اَضَلُّ بلکہ جانور سے بھی بدتر ہیں، قرآن کے الفاظ کی ترتیب دیکھئے! اگر یہی جملہ پہلے نازل ہوجاتا کہ جانور سے بدتر ہیں تو مزہ نہیں آتا، جیسے کوئی کسی کو کہہ دے کہ تم اُلّو کے دادا ہو تو اس جملہ میں مزہ نہیں ہے، پہلے الو کا ابا کہو پھر الو کا دادا کہو، ترتیب سے کہو۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی بلاغت ہے، حاکمانہ اور شاہانہ کلام کی بلاغت ہے کہ پہلے یہ فرمایا کہ یہ مثل جانور کے ہیں پھر فرمایا بَلْ هُمْ اَضَلُّ عربی گرامر میں

بَلْ ترقی کے لئے آتا ہے۔ کیا مطلب؟ یعنی یہ صرف جانور جیسے نہیں ہیں بلکہ جانور سے بھی ترقی یافتہ ہیں، مطلب یہ کہ جیسے جانور بے وقوف ہوتا ہے تو یہ اس سے زیادہ بے وقوف ہیں کہ عقل ہوتے ہوئے بھی اپنے حرام اور خبیث لذتوں کی خاطر اپنے مالک کو ناراض کرتے ہیں۔ آپ سمجھ لو! جو ظالم اپنے نفس دشمن کو مزہ دے اور اپنے پالنے والے کو ناراض کرے آپ خود فیصلہ کرلو کہ اس کے اندر کتنی شرم وحیا ہے، کتنی انسانیت ہے اور کتنی شرافت ہے، کیا یہ بندہ شریف ہے جو عورتوں کو، کسی کی بہن بیٹی یا کسی کے بیٹے کو دیکھ کر حرام لذت حاصل کرے۔ بتاؤ بھائی! یہ شرافت ہے یا شر اور آفت ہے۔

حیا کی تعریف

اسی لئے محدّثِ عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب بات فرمائی کہ حیا اور شرم کیا چیز ہے، حیا کی حقیقت کیا ہے؟ کیسے معلوم ہو کہ یہ بندہ شرمندہ ہے، بے حیا اور بے غیرت اور کمینہ نہیں ہے، تو فرماتے ہیں:

((فَاِنَّ حَقِیْقَۃَ الْحَیَآءِ اَنَّ مَوْلَاکَ لَا یَرَاکَ حَیْثُ نَہَاکَ))

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوٰۃ ج۱، ص۱۴۰)

حیا کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو اپنی نافرمانی میں مبتلا نہ دیکھیں۔ بس یہ بندہ حیا والا ہے اور جو بندہ گدھے کی طرح کسی عورت کو دیکھ رہا ہے، نمک حرامی کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی نظر کو دیکھ رہے ہیں کہ ظالم میں نے تجھ کو آنکھیں دیں اور آنکھوں میں روشنی دی اور تو کسی کی بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی ماں کو دیکھ رہا ہے اور لڑکوں کو، میرے اولیاء کو، مسلمانوں کو بُری نظر سے دیکھ رہا ہے اور اگر اولیاء نہیں ہیں تو کم از کم حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد تو ہیں، چاہے کرسچین ہو، یہودی ہو مگر بابا آدم علیہ السلام کی بیٹیاں تو ہیں، بابا آدم علیہ السلام کے بیٹے تو ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ! پیغمبر کی اولاد کو بُری نظر سے دیکھنا کیسا ہے؟ آہ! یہ

نقطۂ خاص میرے قلب کو اللہ نے عطا فرمایا ورنہ نفس کہتا ہے کہ چلو ہم مسلمانوں کا تو احترام کرتے ہیں مگر کافر کا مال تو مالِ غنیمت ہے۔ نہیں! اولادِ آدم سے بھی بدفعلی کرنا جائز نہیں ہے، کسی کافر لڑکی کے ساتھ بھی زِنا کرنا یا اسے بری نظر سے دیکھنا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور ویسے بھی اگر بابا آدم علیہ السلام زندہ ہوں اور آپ ان کی اولاد کو بری نظر سے دیکھو گے تو ان کو دکھ ہوگا یا نہیں؟ تو نبیوں کا دل دُکھانا اچھا کام ہے؟ اور جن کو تم للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہو وہ تمہیں خبیث بدمعاش کہتے ہیں، یہ سمجھ لو کہ اس کام میں عزت نہیں ہے، عزت اسی میں ہے کہ نظر کی حفاظت کرو، کافر کے دل میں بھی تمہاری عزت ہوگی، کافرہ عورت بھی سمجھے گی کہ یہ واقعی پادری ہے، اب اس کا مطلب بھی سمجھ لو بھئی! یعنی اس کے برے اخلاق اچھے اخلاق سے کنورٹ (Convert) ہو گئے، تبدیل ہو گئے، ایسے لوگوں کو ابدال کہا جاتا ہے۔

ابدال کون لوگ ہیں؟

ابدال بہت بڑا ولی اللہ ہوتا ہے جو ایک قدم اسٹینگر کے اس جنگل میں رکھے تو دوسرا قدم ملکِ شام میں اور کعبہ شریف میں رکھ سکتا ہے۔ اللہ نے ان کی روحانیت میں جبرئیل علیہ السلام کے پَر کی طاقت دی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

پرِ ابدالاں چو پرِ جبرئیل

ابدالوں کا پر مثلِ جبرئیل علیہ السلام کے پر کے ہوتا ہے، ان پر روحانیت کا اتنا غلبہ ہوتا ہے، اور ان کی روحانیت کی برکت سے کتنے لوگ بدل جاتے ہیں، ابدال کے معنیٰ ہیں بدل جانا۔ تو مولانا رومی نے فرمایا کہ ؎

کیست ابدال آں کہ او مبدل شود

خمرش از تبدیلِ یزداں خل شود

ابدال کون ہیں؟ ابدال اونچا درجہ کے اولیاء اللہ ہوتے ہیں، ابدال وہ ہوتے ہیں جن کے برے اخلاق، بری عادتیں اچھی عادتوں سے تبدیل ہوجائیں، اس کی شراب اللہ کی رحمت سے سرکہ بن گئی ہو، شراب حرام اور سرکہ حلال ہے، تو اس کی خراب عادتوں کی شراب اس کی بدمستیوں کی شراب اللہ کی رحمت سے سرکہ میں بدل جائیں، اخلاقِ رذیلہ اخلاقِ حمیدہ سے بدل جائیں، بری عادتیں اچھی عادتوں سے بدل جائیں۔ آہ! جو اللہ کے قہر و غضب کے اعمال سے مست ہورہا ہے اس ظالم کو خبر نہیں کہ تم کتنے بڑے مالک کو ناراض کرتے ہو۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھتے تھے؎

بقول دشمن پیمانِ دوست بشکستی
بہ بیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

نفس دشمن اور شیطان دشمن کے کہنے سے اپنے مولیٰ کے قانون کو توڑ رہے ہو، ارے ظالم! غور تو کر کہ جس کی روٹی کھاتا ہے اسی کی نافرمانی کر رہا ہے، کس سے رشتہ توڑ رہا ہے اور کس سے جوڑ رہا ہے، نافرمانی کے وبال کی وجہ سے اللہ سے رشتہ توڑ کر اپنے نفس دشمن اور شیطان کی بات مانتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کو دیکھ رہا ہے اور اس کو کوئی کہہ دے او شیطان! کیوں دیکھتا ہے اس عورت کو یا اس لڑکے کو؟ تو دیکھ لیجئے ڈنڈا اٹھائے گا کہ نہیں کہ ہم کو شیطان کیوں کہتے ہو؟

اللہ کی رحمت کس شخص پہ ہے؟

لیکن کام تو تم شیطانی کر رہے ہو؎

جس پہ ہوتا ہے فضلِ رحمانی
ترک کرتا ہے کارِ شیطانی

یہ اختؔر کا شعر ہے، جس کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوجائے تو یہ اس پر اللہ کی رحمت ہے، اگر کوئی پوچھے کہ بھئی آپ پر آج کل اللہ کی رحمت ہے کہ نہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ))

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، رقم الحدیث ۳۵۷۰)

اللہ کے نبی کی دعا ہے کہ اللہ! مجھ پر وہ رحمت نازل فرما جس سے ہم گناہ چھوڑ دیں تو معلوم ہوا جو گناہ سے بچتا ہے وہ اللہ کی رحمت کے سائے میں ہے، یہ علامت دیکھ لیں، آج کل یہ رحمت نہیں ہے، حرام آمدنی سے بلڈنگ بنا کر ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لکھ دیا، رشوت سود حرام آمدنی سے کیا لکھا جا رہا ہے ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ کیا یہ فضل ہے؟ تو جس پر اللہ اپنی رحمت کا سایہ فرماتے ہیں تو اس کو اپنی دوستی کے اعمال بھی دیتے ہیں، اسے بدنظری اور عشقِ مجازی کی تباہ کاریوں سے بچنے کی توفیق بھی دیتے ہیں، اسے غیرت وحیا بھی دیتے ہیں۔ بتائیے! آپ اپنے دوستوں کا بے حیا ہونا پسند کریں گے؟ تو اللہ اپنے اولیاء کو کیسے بے حیا بنائے گا؟ بتاؤ بھئی! آپ اپنے دوستوں کا بے غیرت، کمینہ اور بے حیا ہونا برداشت کرو گے؟ تو اللہ جس کو اپنا ولی بناتا ہے اس کو حیا بھی عطا فرماتا ہے اور بے حیائی کے کاموں سے اس کی حفاظت بھی فرماتا ہے۔

ارے لوگوں نے تو اللہ کے نام پر جانیں دے دیں۔ انڈیا میں ہندوؤں نے کانپور کی مسجد گرانے کی کوشش کی تو کانپور کے تمام چھوٹے چھوٹے دس بارہ سال کے مسلمان بچے ہندوؤں کو مارنے کے لئے آگے بڑھے کہ کیسے ہمارے اللہ میاں کے گھر کو تم گراؤ گے اور شہید ہوگئے۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بمبئی میں تھے، انہوں نے آکر دیکھا کہ دس بارہ سال کے بچے شہید ہوئے پڑے ہیں تو فوراً اسی وقت یہ شعر کہا۔

تعجب کیا جوان بچوں میں یہ شوقِ شہادت ہے

یہ بچے ہیں انہیں تو جلد سو جانے کی عادت ہے

کہ مسلمان کے بچوں میں بھی اللہ کے نام پر جان دینے کا جذبہ ہوتا ہے اور جان دے کر وہ بزبانِ حال یہ شعر پڑھتے ہیں ۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم

سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

یعنی آج ہم اپنی جان کو اللہ پر فدا کر رہے ہیں، اللہ پر جان فدا کرنا یہی تو حق ہے۔

اصلی شکر کیا ہے؟

مگر میں یہ کہتا ہوں کہ جب تک جہاد میں جان نہ دو کم سے کم اپنی بری خواہشوں کو تو اللہ کے لیے فدا کردو، اپنی حرام خواہشوں کا تو خون کردو، گردن کٹانے سے پہلے یہ کام تو کرلو، جو اختیار میں ہے وہ کام تو کرلو، کیوں ہر وقت بری خواہش اور نفس کے پیچھے غلام کتے کی طرح دُم ہلا رہے ہو، کیوں اللہ کی روٹی کھاتے ہو؟ اس کا رزق کھانا کیوں نہیں بند کردیتے ہو، جو شخص نظر کی حفاظت نہ کرے اس کو چاہئے کہ اللہ کا رزق کھانا اپنے اوپر حرام کرلے، کیوں اس اللہ کا رزق کھاتے ہو جس کی روٹی کھا کر خون بنا اور خون سے آنکھ میں روشنی آئی، اس روشنی کو غلط کیوں استعمال کرتے ہو؟ تمہارا یہ کھانا غیر شریفانہ کھانا ہے، یہ شخص کمینہ پن سے کھا رہا ہے، وہ لاکھ پاپڑ سموسے کھا کر کہے کہ اللہ تیرا شکر ہے، ایک سنت تو ادا ہوئی مگر اصلی شکر یہ ہے کہ جس کا کھایا اس کو ناراض مت کرو، اس لئے تقویٰ کے بغیر یہ شخص اصلی شکر گذار نہیں ہے۔ قرآنِ پاک سے اس کی دلیل بھی پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○﴾

(سورۃ اٰل عمران، آیت:۱۲۳)

اے صحابہ! بدر کی جنگ میں تم تھوڑے سے تھے، کمزور تھے اور دشمن بہت زیادہ تھے لیکن ہم نے تم کو جِتا دیا، مدد پہنچادی، فرشتے آگئے تو آج کی تاریخ سے تم ہم کو ناراض نہ کرنا، تقویٰ اختیار کرنا تاکہ تم شکر گذار ہو جاؤ۔ اس آیت سے پتہ چلا کہ اصلی شکر کرنے والا وہ ہے جو اللہ کو ناراض نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ آنکھ کی مٹھاس کے بدلے دل کی مٹھاس عطا فرماتے ہیں

میں آپ سے کہتا ہوں کہ گناہ سے مزہ حرام لے کر اپنے پالنے والے کو ناراض کرنا بتاؤ یہ شرافت ہے یا کمینہ پن؟ اب اگر کوئی کہے کہ تکلیف ہوتی ہے تو خدا کی راہ میں نظر بچانے سے جو تکلیف پہنچے گی تو اللہ کا وعدہ ہے کہ جو نظر بچائے گا ہم اس کو آنکھ کی مٹھاس کے بدلہ میں دل کی مٹھاس دیں گے۔ آپ نے یہی تو کیا کہ آنکھ کو حرام مزہ نہیں لینے دیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس بندہ نے آنکھ کی مٹھاس مجھ پر فدا کی، میں اس کو دل کی مٹھاس دوں گا، حلاوتِ ایمانی دوں گا:

((اَبْدَلْتُهٗ اِيْمَانًا يَّجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ))

(کنز العمال، ج:۵، ص:۱۳۰، دار الکتب العلمیۃ)

میں اس کو ایسا ایمان دوں گا کہ وہ اس کی مٹھاس اپنے دل میں پا جائے گا۔

علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کیا شان ہے! آنکھ کی مٹھاس لے کر دل کی مٹھاس دے دی، حلاوتِ بصارت لے کر حلاوتِ بصیرت دے دی، بصیرت کہتے ہیں قلب کی بصارت کو۔ بتاؤ! دل افضل ہے یا آنکھیں افضل ہیں؟ ایک شخص گلستان میں بیٹھا پھول دیکھ رہا ہے مگر اس کے دل میں جوان بیٹے کا جنازہ سامنے ہے تو کیا دل کے غم کی وجہ سے آنکھوں کے مزے کام آسکتے ہیں؟ ؎

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہوگیا عالم بیاباں ہوگیا

اللہ تعالیٰ کا مجرم کہیں پناہ نہیں لے سکتا

اللہ کی نگاہ میں یہ طاقت ہے کہ جس کے دل کو پیار سے دیکھ لے وہ چٹائیوں پر بادشاہت کے مزے پائے گا اور جس سے اللہ تعالیٰ نظر پھیر لے وہ جہاں بھی جائے گا غم زدہ رہے گا چاہے شہر میں ہو، جنگل میں ہو، ہوائی جہاز میں ہو یا کہیں بھی ہو ہمیشہ مصیبت میں رہے گا کیونکہ دنیاوی حکومت کی نافرمانی کر کے آدمی دوسرے ملک میں سیاسی پناہ لے لیتا ہے، ایک ملک کا مجرم، قانون توڑنے والا، قاتل، ڈاکو دوسرے ملک میں جا کر پناہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ خاص کر برطانیہ ایسے بدمعاشوں کو پناہ دینے میں نمبرون ہے، جو بھی کوئی جرم کر کے بھاگے برطانیہ کہتا ہے کہ آؤ بھئی! شاباش! ایسی بدمعاشی خوب کیا کرو اور بھاگ کر یہاں آجایا کرو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے وہ پورے عالم میں کہیں پناہ نہیں پا سکتا کیونکہ جہاں جائے گا زمین اس کی ہے، جہاں جائے گا آسمان اس کا ہے، جہاں جائے گا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سائے میں رہے گا، جہاں جائے گا گردے میں پتھری، کینسر اور ہارٹ اٹیک ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہزاروں عذاب دے سکتا ہے۔ جس وقت انسان کی نافرمانی اور گناہ کی ابتداء اور زیرو پوائنٹ شروع ہوتا ہے اسی وقت سے اس کے قلب پر گناہ کا عذاب شروع ہوجاتا ہے، نافرمانی کا زیرو پوائنٹ اللہ کے عذاب کا زیرو پوائنٹ ہوتا ہے۔ دیکھو! علماء سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾

(سورۃ طٰہٰ، آیت: ۱۲۴)

جو میری نافرمانی کرتا ہے ہم اس کی زندگی کو خراب اور تلخ اور کڑوی کردیں گے۔ یہاں فاء تعقیبیہ ہے۔ آہ! جس کی زندگی خدا کڑوی کرے وہ ظالم حرام لذتوں سے اپنے دل کو کیا مٹھاس دے پائے گا، اس کی کتّوں کی طرح کی زندگی ہوتی ہے۔

بدنظری سے اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے

آپ ذرا ان نظر بازوں کی شکلوں کو دیکھو، کبھی اِدھر دیکھ رہے ہیں کبھی اُدھر دیکھ رہے ہیں، دل میں چین نہیں ہے، ان پر اللہ کی لعنت برس رہی ہے۔ یہاں علماء بیٹھے ہیں، علماء کی موجودگی میں دلیل پیش کررہا ہوں، مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے:

((لَعَنَ اللہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ))

(مشکوٰۃ المصابیح، کتابُ النکاح، باب النظر الی المخطوبۃ،ص:۲۷۰)

اللہ لعنت کرے اس شخص پر جو اپنی نظر نہیں بچاتا۔

نظربازی کرنے والا آنکھوں کا زناکار ہے

اور بخاری شریف کی حدیث ہے کہ:

((زِنَا الْعَیْنِ النَّظْرُ))

(صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب زنا الجوارح دون الفرج، ج:۲،ص:۹۲۲)

نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے۔ اے آنکھوں سے زنا کرنے والو! ہوشیار ہوجاؤ، تم ولی اللہ بننے کا خواب دیکھ رہے ہو، اللہ کا دوست بننے کا خواب دیکھ رہے ہو اور اللہ کے بندوں کو بری نظر سے دیکھ رہے ہو۔ اگر کوئی کسی کی بیٹی یا بیٹے کو بری نظر سے دیکھے تو اس کا ابا ایسے شخص کو اپنا پیارا دوست بنائے گا؟ تو جو ربا کے بندوں سے بدنظری کرتا ہے وہ ربا کا پیارا بننے کی توقع کرسکتا ہے؟ شرم نہیں آتی کہ خدا دیکھ رہا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے آپ اسی مضمون کو زیادہ کیوں بیان کرتے ہو تو میں آپ سے ایک سوال کروں گا کہ یہ قرآن پاک کا حکم ہے یا نہیں کہ:

﴿یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾

(سورۃ النور، آیت:۳۰)

اور بخاری شریف کی حدیث ہے زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ تو میں اگر قرآن پاک اور بخاری شریف کے کسی سبجیکٹ (Subject) کو سارے عالم میں بیان کروں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ میں اللہ کے کلام اور اللہ کے قانون کو نشر کررہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو نشر کررہا ہوں تو کیا اختر سے اللہ خوش نہیں ہوگا کہ میرے اس قانون کو سارے عالم میں پھیلا رہا ہے۔

بدنظری کا مضمون بیان کرنے کی وجہ

دیکھو! اگر کالرا پھیلا ہو تو کیا میں زُکام کی دوا دوں گا کہ بھئی! آپ کو چھینک کیوں آرہی ہے؟ تو آج کل ہر جگہ بدنظری کا کالرا، بدنظری کا ہیضہ پھیلا ہوا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ اور کوئی مضمون نہیں ہے۔ اگر کسی بستی میں کالرا پھیلا ہوا ہے اور لوگ دھڑا دھڑ مر رہے ہیں تو کوئی حکیم زُکام کی دوا دے گا کہ بھئی! تمہارے لئے جوشاندہ لایا ہوں، اے کالرا سے مرنے والے! اسے جلدی سے پیو۔ تو مریض کیا کہے گا کہ ہمیں کالرا کی دوا پلاؤ ورنہ ہم تو مر رہے ہیں۔

نامحرم سے نظر کی حفاظت کا حکم قرآن پاک کا حکم ہے

تو اس وقت آنکھوں کے ذریعہ سے امت کے قلب میں اس قدر گندگیاں آرہی ہیں کہ ان کے دلوں سے اللہ کا تصور ہی غائب ہورہا ہے۔ جو لندن ایئرپورٹ پر اترنے کے بعد انگریز عورتوں کی ننگی ننگی ٹانگیں دیکھے گا، کیا اس کو مولیٰ یاد رہے گا؟ ارے! ہم تو یہ کہتے ہیں کہ فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ ادا کرلو چاہے زیادہ نفلی عبادات نہ کرو بس یہی ایک کام کرلو کہ ایک نظر خراب نہ کرو، دل میں ہر وقت نظر بچانے کا غم اٹھاؤ، کیا اللہ کے راستہ میں اتنا بڑا غم اٹھانے والا اللہ کا ولی نہیں ہوگا؟ کیا اللہ کو اپنے اس بندہ پر رحم نہیں آئے گا؟ تو میں تو قرآنِ پاک کے اس حکم کو بیان کررہا ہوں کہ ہر نامحرم سے اور امرد لڑکوں

سے نظر کی حفاظت کرو، لیکن جو قرآنِ پاک کے اس حکم کو بیان نہیں کررہا تو کیا آپ اس سے پوچھنے جاتے ہو کہ آپ اس حکم کو کیوں نہیں بیان کرتے؟ پھر مجھ سے کیوں پوچھتے ہو کہ آپ یہ کیوں بیان کرتے ہیں؟ ان سے بھی ذرا پوچھو کہ قرآنِ پاک کا یہ حکم ہے یا نہیں؟ قرآنِ پاک کی آیت ہے یا نہیں؟

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾

(سورۃ النور، آیت:۳۰)

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نظر کو بچائیں۔ بولو! یہ قرآنِ پاک کی آیت ہے یا نہیں؟ عجیب معاملہ ہے کہ جو اللہ کا ایک حکم بیان کررہا ہے اس سے پوچھتے ہو آپ اس کو کیوں بیان کررہے ہو اور جو یہ حکم بیان نہیں کرتے ان سے کیوں نہیں پوچھتے کہ آپ یہ مضمون کیوں نہیں بیان کرتے؟ تو آج سارے عالم میں بدنظری کی یہ بیماری کالرا کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔ ایئرپورٹ پر، ہوائی جہاز میں سب سے پہلے ایئر ہوسٹس آتی ہے، جب ایئر ہوسٹس آئے تو فوراً نظر نیچی کرلو، بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے، اسے بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہیں، بڈھا ہے تو بیٹی بیٹی کرتا ہے اور کم عمر ہے تو آپا آپا کہتا ہے اور وہ رکھتے ہی کم عمر لڑکیاں ہیں۔

ابا کی محبت سے ربا کی محبت کی پہچان

تو میں یہی کہتا ہوں اس زمانہ میں میرے جو بھی دوست احباب چاہیں کہ وہ ولی اللہ بن جائیں تو آنکھوں کے زِنا یعنی نظر بازی سے بچو، اپنی آنکھوں کی مٹھاس کو اللہ پر فدا کرو اور نظر بچانے کا یہ غم اُٹھالو۔ کیوں بھئی! میں ایک سوال کرتا ہوں کہ کیا اللہ ارحم الراحمین نہیں ہیں؟ یہاں چاروں طرف بے پردہ کرسچن لڑکیاں پھیلی ہوئی ہیں اور آپ ہر وقت ان سے نظر بچانے کا غم اٹھائیں گے، تو کیا خدا کو آپ کے دل پر رحم نہیں آئے گا؟ آپ کے دل کو اللہ اپنا

گھر نہیں بنائے گا؟ آپ کے دل کو اللہ تعالیٰ اپنا پیار اور محبت نہیں دے گا؟ اللہ تعالیٰ آپ کے قلب کو اپنی دوستی کے لئے منتخب نہیں کرے گا؟ اگر کسی کا بیٹا اپنے باپ کو راضی اور خوش کرتا ہے اور اس کی خوشی کے لیے اپنی خوشیوں کا خون کرتا ہے چاہے دوسرے بھائی لاکھ کہتے رہیں کہ ارے یار! ابا دیکھ تھوڑی رہے ہیں، مزہ لوٹ لو لیکن وہ کہتا ہے کہ نہیں ابا نے منع کیا ہے کہ کسی کی بیٹی کو مت دیکھنا اور جب ابا کو معلوم ہوگا کہ میرا بیٹا ہر وقت غم اٹھا رہا ہے مگر مجھے خوش رکھتا ہے تو ابا کیا دے گا؟ ابا اس بیٹے کو ایسی ایسی بلڈنگیں دے دے گا جو دوسرے نافرمانوں کو نہیں دے گا۔ تو ابا کی محبت سے آپ ربا کی محبت اور رحمت سمجھ جائیں۔

نظر بچانے والا حلاوت ایمانی کا واجد ہوگا

نظر بچانے پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے۔ حدیث قدسی میں ہے:

((اَبْدَلْتُهٗ اِیْمَانًا یَّجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ))

(کنز العمال، ج:۵، ص:۱۳۰، دار الکتب العلمیۃ)

میں اس بندہ کو ایمان دوں گا وہ اپنے دل میں حلاوتِ ایمانی یعنی ایمان کی مٹھاس پا جائے گا وَجَدَ یَجِدُ وِجْدَانٌ وجود آئے گا، پائے گا، محسوس کرے گا، یہ تصوراتی دنیا نہیں ہے حلاوتِ ایمانی پا جائیں گے اور پتہ نہیں چلے گا، یہ تصورات نہیں ہیں تصدیقات ہیں، یقینیات ہیں۔ اس لئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا عمدہ لفظ یعنی یَجِدُ کا استعمال فرمایا کہ وہ واجد ہوگا، حلاوتِ ایمانی اس کے دل میں موجود ہوگی۔ بتاؤ! وَجَدَ یَجِدُ کا فاعل وَاجِدٌ ہے یا نہیں؟ اور مفعول مَوْجُوْدٌ ہے یعنی حلاوتِ ایمانی۔ تو ایک ایک نظر بچانے پر حلاوتِ ایمانی ملے گی۔

عطائے حلاوتِ ایمانی بشارتِ حسنِ خاتمہ ہے

اور جب حلاوتِ ایمانی ملے گی تو پانچ نعمتیں اس کے ساتھ خود بخود

آجائیں گی، بڑی کتابوں میں دیکھ لو، مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ میں ہے کہ جس کو نظر بچانے پر حلاوتِ ایمانی ملی اس کو ایک دولت تو یہ ملے گی کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((اِنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَّا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا))

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، ج۱،ص۴، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

اللہ جس کو ایمان کی مٹھاس دے گا پھر کبھی واپس نہیں لے گا۔ یہ شاہی عطیہ ہے، بادشاہ کو اپنا عطیہ واپس لیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اور ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فَفِیْهِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ لَهٗ اوراس میں یہ بشارت ہے کہ جس کو ایمان کی یہ مٹھاس ملے گی اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا ان شاء اللہ۔

اوراسی طرح مسواک کرنے والے کے لئے بھی حسنِ خاتمہ کی بشارت ہے کیونکہ پھر اُس کے منہ میں بدبو نہیں ہوتی۔ سگریٹ کو اسی لئے منع کرتا ہوں کہ اُس سے منہ بدبودار ہوجاتا ہے، نام بھی کتنا بُرا ہے، سگ فارسی میں کتے کو کہتے ہیں اور ریٹ (Rat) معنی چوہا۔ تو جب منہ میں کتے چوہے کی بدبو ہوگی تو رحمت کے فرشتے کیسے آئیں گے؟ انہیں بدبو سے سخت نفرت ہے اور مسواک سے منہ میں خوشبو رہتی ہے اور فرشتوں کو مرتے وقت کلمہ دلانا آسان ہوجاتا ہے، اپنے بندوں کے منہ کو بدبو سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے غیبی انتظام کی ایک جھلک آپ کو سناتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے عشق ومحبت کی چوٹ لگا کر دنیا میں بھیجا

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں بچہ ماں کے حیض سے بنتا ہے اور باپ کی منی اس کی بنیاد ہوتی ہے تو ماں کو نو مہینہ حیض نہیں آتا، اسی حیض سے بچہ بنتا ہے۔ تو امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ ماں کے حیض سے جو اعضاء بنتے ہیں، پھیپھڑے بن رہے ہیں، دل بن رہا ہے، آنکھیں بن رہی ہیں مگر وہ حیض منہ سے نہیں جاتا، اللہ تعالیٰ بچہ کے اندر ایک الگ پائپ لائن ڈالتے ہیں، اسی کو آنول نال کہتے ہیں، جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ نال کاٹ دی جاتی ہے تو اللہ نے یہ نال اس لیے بنائی ہے تاکہ وہ گندہ خون اس بچہ کے منہ سے نہ گذرے کیونکہ ایک دن میرا بندہ اسی منہ سے اللہ کہے گا، میرا نام لے گا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب یہ رگ کٹتی ہے تو بچہ کو حیات ملتی ہے یعنی بچہ پیدا ہو گیا لہٰذا اب وہ رگ کاٹی جارہی ہے، اب بچہ عالمِ غیب سے عالمِ شہادت میں آرہا ہے۔ تو مولانا فرماتے ہیں ؂

نافِ ما بر مہرِ خود ببرید اَند
عشقِ خود در جانِ ما کاریدہ اند

ہماری جو ناف کاٹی گئی ہے، اللہ نے وہ اپنے عشق و محبت کے وعدہ پر کاٹی ہے کہ اب دنیا میں جارہے ہو تو وہاں ہمارے بن کر رہنا۔ اپنی محبت کے وعدہ پر ہماری ناف کاٹی جارہی ہے اور ہمیں حیات مل رہی ہے اور اللہ نے اپنی محبت کو ہماری جان میں بو دیا ہے۔ اب آپ کھیتی کرو، ساری زندگی نیک عمل کرو، آپ بیج وہیں سے لے کر آئے ہو۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

دل ازل سے تھا کوئی آج کا شیدائی ہے
تھی جو اک چوٹ پرانی وہ اُبھر آئی ہے

یعنی اللہ نے اپنی محبت کی چوٹ لگا کر ہمیں دنیا میں بھیجا ہے۔ پہلوان جب چوٹ کھاتا ہے، درخت سے گرتا ہے یا کُشتی میں مار کھاتا ہے تو اسے ہر وقت اس چوٹ کا احساس نہیں ہوتا لیکن جب پورب کی ہوا چلتی ہے جسے پُروا ہوا کہتے ہیں تب کہتا ہے کہ آج بہت درد ہو رہا ہے، بچپن میں درخت سے گرے تھے اور دوسرے پہلوان نے جو گھونسا مارا تھا آج پورب کی ہوا نے اس درد کو اُبھار دیا ہے۔ تو مولانا

رومی فرماتے ہیں کہ دنیاوی درد پورب کی ہوا سے ابھرتا ہے اور اللہ کی محبت کا درد اللہ والوں کی محبت سے اُبھرتا ہے۔ ذرا اللہ والوں کے پاس رہو پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد کیسے ابھرتا ہے۔ خواجہ صاحب کا کتنا پیارا شعر ہے ؎

دل ازل سے تھا کوئی آج کا شیدائی ہے
تھی جو اک چوٹ پرانی وہ اُبھر آئی ہے

جتنی منزل قیمتی ہوتی ہے اس کا رہبر بھی اتنا قیمتی ہوتا ہے

بس دوستو! کیا کہوں کہ اللہ والوں کی صحبت سے کیا ملتا ہے؟ یہ بتاؤ کہ اللہ قیمتی ہے یا نہیں؟ اُس سے بڑھ کر دونوں جہان میں کوئی چیز قیمتی ہے؟ تو جب اللہ سب سے قیمتی ہے تو اس کا راستہ کتنا قیمتی ہوگا۔ کیا اس سے بڑھ کر دونوں جہان کی اور کوئی چیز قیمتی ہوسکتی ہے؟ جب اللہ سب سے قیمتی ہے تو اس کا راستہ کیسا قیمتی ہوگا اور پھر جب راستہ قیمتی ہے تو اس کا راستہ دکھانے والا کتنا قیمتی ہوگا جس کو پیر و مرشد کہتے ہیں، اس کی قدر بھی کم لوگ جانتے ہیں۔

سنو! میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک گاؤں میں کسی نے پوچھا کہ یہاں ہلدی کا کیا بھاؤ ہے؟ ایک ستّر اسی سال کے بڑھے نے کہا کہ میاں ہلدی کا کوئی بھاؤ نہیں ہوتا، جتنا چوٹ میں درد ہوتا ہے اس کا بھاؤ بڑھ جاتا ہے۔ تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی پیاس ہو، اللہ کی طلب ہو، جو اللہ کی محبت میں بے چین ہو اس سے پوچھو کہ جب کوئی راہبر، رہنما اور پیر مل جاتا ہے تو اسے کتنی خوشی ہوتی ہے۔ تو اس قیمتی راستہ پر چلنے والا کتنا قیمتی ہوگا؟ اور ایک بات اور بتاتا ہوں کہ اللہ کو خوش کرنے کے راستہ میں اگر آپ نے نظر بچا کر تھوڑا سا غم اٹھایا تو بتاؤ! یہ غم اللہ کے راستہ کا ہے یا دنیا کے راستہ کا ہے؟ تو جب اللہ کا راستہ قیمتی ہے تو اس کے راستہ کا غم قیمتی ہوگا یا نہیں؟

خدا کے راستے کا غم سارے عالم کی خوشیوں سے قیمتی ہے

اب اختر یہ کہتا ہے کہ خدا کے راستہ میں غم اٹھا کر نظر بچا لینے کا غم سارے غموں پر اتنا قیمتی ہے کہ سارے عالم کی خوشیوں کو ترازو کے ایک پلڑے پر رکھ دیں اور اللہ کے راستہ کا ایک ذرّہ غم دوسرے پلڑے میں رکھ دیں تو سارے عالم کی خوشیاں اگر اس غم کو سلامی پیش کریں تو اس غم کا حق ادا نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اللہ کے راستہ کا غم ہے، یہ غم خوش نصیبوں کو ملتا ہے، قسمت والوں کو ملتا ہے، جن کے نصیبے اچھے ہوتے ہیں ان کو ملتا ہے۔ وہ اللہ کے راستہ کا غم اُٹھا کر شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اے اللہ! یہ زخمِ حسرت اور یہ غم آپ کا احسان و کرم ہے، میری سعادت اور میری قسمت کی بات ہے، کافر کو یہ غم کہاں نصیب ؎

نشود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

کافروں کا یہ نصیب نہ ہو کہ وہ آپ کے خنجر کا نشانہ بنیں، ارے! ہم دوستوں کا سر سلامت رہے کہ آپ پر فدا ہوتا رہے۔ مان لیجئے کہ اللہ کے راستہ میں دل پر تھوڑا سا غم آیا کاش اسلام میں اجازت ہوتی کہ اس پیاری من موہنی شکل کو دیکھ لیتے۔ من موہنی پر یاد آیا کہ ایک صاحب نے کہا کہ میں نے پھول سے چہرہ کی تمنا کی تھی۔ میں نے کہا کہ پھول کے مرجھانے سے اب وہ تمنا نہیں ہے۔ ایک شاعر نے کہا تھا جو میرا ہی شاگرد ہے کہ ؎

میں نے ایک پھول سے چہرہ کی تمنا کی تھی

میں نے اس پر یہ مصرع لگایا ؎

اب تمنا نہیں اس پھول کے مرجھانے سے

کیا مرنے والوں پر مرتے ہو۔ ایک ہمارا مولیٰ ہی ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں

مرجھائے گا، دنیا میں بھی تر وتازہ، آخرت میں بھی تر وتازہ اور جنت میں بھی تر وتازہ۔ بس اسی پیارے مولیٰ سے دل لگاؤ۔ جگر مرادآبادی کے استاد حضرت اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کو اللہ کیسے ملا؟ یہ دردِ دل کیسے ملا؟ ؎

ہم نے لیا ہے دردِ دل کھو کے بہارِ زندگی
اک گل تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

ایک تر وتازہ پھول یعنی اللہ کے لئے میں نے سارے مرجھانے والے پھولوں کو خیرباد کہہ دیا۔

بے مثل ولی اللہ بننے کا آسان طریقہ

لٰہذا لومڑیت سے توبہ کرو، اللہ کا عاشق اللہ کا شیر ہوتا ہے۔ بتاؤ! جس کے دل میں خالقِ شیر ہوگا وہ لومڑی کیسے ہوگا؟ اب عقل سے تو مان لو، فی الحال اعتقاد تو صحیح کرلو، آج سے جان کی بازی لگانے کا ارادہ کرلو، سب لوگ ارادہ کرلو چاہے فرض، واجب اور سنت مؤکدہ کے علاوہ کوئی نفل کبھی نہ پڑھو لیکن اللہ کے لئے ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہ کرو، نظر بچاؤ، غم اُٹھاؤ، پھر دیکھو کہ آپ ایسے ولی اللہ بنیں گے کہ ہاتھ میں تسبیح بھی نہیں ہوگی، ایسے ولی اللہ بنو گے کہ سارے عالم کو تمہارا کوئی مثل بھی نظر نہیں آئے گا، لیکن اپنے دل پر، ہر وقت جو غم اٹھا رہے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے کہ میرے بندہ کے سینہ میں خون کا دریا بہہ رہا ہے۔ ایک آرزو نہیں، ایک تمنا نہیں، لاکھوں تمناؤں کا ہر وقت خون کرتا رہتا ہے، اس کے دل کے مشرقی افق پر بھی خون ہے، مغربی افق پر بھی خون ہے، شمالی اور جنوبی افق پر بھی خون ہے، اُتّر، دکھن، پورب، پچھّم دل کے سارے اُفق خونِ تمنا سے لال کئے ہوئے ہے تو پھر کیوں نہ اس کو اپنی نسبت کے، تعلق مع اللہ کے بے شمار آفتاب دے دوں۔ دنیا والوں کو اور کافروں کو صرف ایک سورج دوں گا، مگر

میرا بندہ جس نے خونِ تمنا پیتے پیتے سارا دل لال لال کر دیا اس کو اتنے آفتاب دوں گا کہ اس کے دل کا کوئی ذرّہ آفتاب سے خالی نہ رہے گا۔ پھر دیکھو اس کی مستیاں!

زوالِ حسنِ فانی

ان لیلاؤں کی مستیوں کا کچھ بھروسہ نہیں، آج تو مستیاں ہیں اور کل ستّر اسّی سال کی عمر میں گال پچک گئے، دانت باہر آ گئے، دانتوں میں پائیریا ہو گیا، منہ سے بدبو آ رہی ہے، دانت باہر نکال کر ٹوتھ پیسٹ کر رہی ہے، ان کی کالی زُلفیں سفید ہو گئیں، کالی چوٹیاں بڈھے گدھے کی دُم بن گئیں اور آخر میں کیا ہوتا ہے کمر ٹیڑھی ہو گئی۔

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

اب آپ پوچھتے ہو کہ نانا ابا! آپ کا اسمِ گرامی، وہ بھی کہتا ہے آگے سے کہ پہلے مجھے کس قدر بری نظر سے دیکھتا تھا، جماعت کی نمازیں نہیں پڑھتا تھا اور میرے تخیل سے ناپاک رہتا تھا، تو نے میری وجہ سے مولیٰ کو چھوڑا، تو بہت کمینہ ہے، بے غیرت ہے۔ اب اسے گالیاں ملتی ہیں، عاشقوں کو ان معشوقوں کی گالیاں ملتی ہیں، اور اللہ کے عاشقوں کو ہر طرف سے دعائیں ملتی ہیں۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ میں جو ستر سال کی عمر کا آپ کو نچوڑ اور جوس پلا رہا ہوں کہ بس ایک کام کر لو کہ وہ کام نہ کرو جس کام سے اللہ ناخوش ہو، ہمت کر کے وہ کام چھوڑ دو، غم اٹھانے کی عادت ڈالو۔ لیلاؤں کے لئے تو بڑے بڑے غم اٹھائے ہیں۔ یہ بھی بتا رہا ہوں، میرے احباب میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو دنیاوی معشوقوں کے لئے راتوں کو جاگے ہیں، تارے گنے ہیں، اختر شماری کی ہے، آہ و زاری کی ہے، بے قراری کی ہے تو اللہ کے نام پر بھی تو کچھ غم اُٹھاؤ ورنہ قیامت کے دن

اگر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تم نے دل پر کس کے لئے غم اُٹھایا؟ لڑکوں کے لئے؟ لڑکیوں کے لئے؟ تب کیا کہو گے؟ اور جب اللہ پوچھے گا کہ میرے لئے کتنا غم اُٹھایا؟ تب پتہ چلے گا۔ جب اللہ کہے گا کہ آنکھیں میں نے دیں، دل میں نے بنایا اور ظالم تو وہ دل کہاں دیتا تھا۔ لہٰذا یہ میرا ستّر سال کا نچوڑ ہے کہ نظر بچانے سے آسانی سے ولی اللہ ہو جاؤ گے۔ آپ تمام خانقاہوں میں جا کر دیکھو، وہاں بڑے بڑے وظیفے ملیں گے، یہ کام کرو، وہ کام کرو۔ جبکہ میں کہتا ہوں کہ کوئی کام نہ کرو، فرض، واجب اور سنت مؤکدہ ادا کرلو۔ صرف ایک کام کرو کہ ایک کام نہ کرو یعنی جس کام سے مالک ناخوش ہو اس کام کو نہ کرو، اس غم میں آپ کو خدا نہ ملے تو کہنا کہ اختر اس جنگل میں کیا کہہ رہا تھا۔

اب جلدی جلدی حلاوتِ ایمانی کی پانچ نعمتیں بیان کر کے تقریر ختم کرتا ہوں۔ محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں ایمان کی مٹھاس آتی ہے تو اس کو پانچ نعمتیں مستزاد ملتی ہیں۔

(۱)......اِسۡتِلۡذَاذُ الطَّاعَاتِ اس کو عبادت میں مزہ آنے لگتا ہے۔

(۲)......اِيۡثَارُهَا عَلٰى جَمِيۡعِ الشَّهَوَاتِ وَالۡمُسۡتَلَذَّاتِ، اللہ کی فرماں برداری کو حرام خواہشات پر مقدم رکھنے لگتا ہے۔

(۳)...... تَحَمُّلُ الۡمَشَاقِّ فِىۡ مَرۡضَاةِ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ اللہ اور رسول کو خوش کرنے کے لئے ہر تکلیف اٹھانے لگتا ہے۔

(۴)...... تَجَرُّعُ الۡمَرَارَاتِ فِى الۡمُصِيۡبَاتِ ہر مصیبت میں اللہ پر راضی رہتا ہے۔

(۵)......اَلرِّضَا بِالۡقَضَاءِ فِىۡ جَمِيۡعِ الۡحَالَاتِ۔ اس کو رضا بالقضاء یعنی اخلاص سے بھی اونچا مقام نصیب ہو جائے گا۔

اب دعا کرو کہ اے خدا! ہم ایک لمحہ آپ کو ناراض نہ کریں، آپ پر جان

فدا کر دیں مگر آپ کے غضب اور قہر کو اپنے اوپر حلال نہ کریں۔ آہ! اے میرے پالنے والے! آپ کا ہم سب پر بڑا حق ہے، اے ہمارے پیدا کرنے والے! آپ کا ہم سب پر بہت بڑا حق ہے، اے ہماری آنکھوں کو روشنی دینے والے! آپ کا ہم سب پر بہت زیادہ حق ہے، بس آپ اپنی رحمت سے ہمارے قلب کو ایسا جذب فرمالیں، اس طرح قبول فرمالیں کہ ہم سے ایک لمحہ بھی کوئی نامقبول حرکت اور نامعقول حرکت صادر نہ ہو اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو رو رو کر معافی مانگنے کی توفیق دے دیں، اتنا رونا نصیب فرمائیں کہ آپ کے فرشتوں پر بھی زلزلہ طاری ہو جائے کہ زمین پر یہ کون سی مخلوق ہے جو خطاؤں کے بعد اتنا رو رہی ہے۔

اے اللہ! ہماری اندرونی جنگ جو نفس اور شیطان سے ہے، جو لوگ نفس کے کہنے سے نظریں خراب کر رہے ہیں، کالی اور گوروں کی ڈیزائن دیکھتے ہیں، اے خدا! ان کو رام نرائن بننے سے بچا۔ یہ معمولی جرم نہیں ہے، اس لعنتی فعل سے اللہ ہم سب کی حفاظت فرما اور ہمارے دل کو بھی اور جسم کو بھی سراپا اپنا بنالے، ہم سب کو جذب کر کے حیاتِ تقویٰ اور اپنے دوستوں کی زندگی عطا فرما۔ اللہ! ہمارے بال سفید ہو گئے اور ہمیں ابھی تک گناہ چھوڑنے کی توفیق نہیں ہوئی، ایسا نہ ہو کہ اسی حالت میں موت آجائے، اے خدا! ہم سب کو مرنے سے پہلے اپنا بنالے، جذب فرمالے۔

اللہ! اختر مسافر ہے اور تیرے نبی نے بشارت دی ہے کہ مسافر کی دعا رد نہیں ہوتی۔ اللہ! میرے حق میں بھی میری دعا قبول فرما، میرے بچوں کے حق میں، میرے دوستوں کے حق میں، جو حاضر ہیں اور جو غائب ہیں، موجود نہیں ہیں، سارے عالم کے احباب کے لئے اور سارے عالم کی امت مسلمہ کے حق میں اس دعا کو قبول فرما کہ ہم سب کو صاحبِ نسبتِ اولیاء صدیقین بنادے اور تمام کافروں کو اہلِ ایمان بنادے اور اختر کو اور جملہ اہلِ ایمان کو عافیتِ دارین نصیب فرمادے،

چیونٹیوں پر رحم فرما دے بلوں میں، مچھلیوں پر رحم فرما دے دریاؤں میں، پرندوں پر رحم فرما دے فضاؤں میں، یا اللہ! ساری مخلوق پر رحمت نازل کر دے، آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ

وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ،

رَبِّ لَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَآئِكَ شَقِيًّا